مساجد میں عصری تعلیم کے مراکز قائم کرنے کا حکم

حافظ علیم الدین یوسف
نظر ثانی: فضیلۃ الشیخ محمد اشفاق سلفی حفظہ اللہ

مسجد میں عصری تعلیم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے ہمیں چند اصولی باتیں سمجھنا ہوگا۔

پہلی اصل: مسجد عبادت اور عبادت سے متعلق امور کے لیے بنائی گئی ہے۔اس سلسلے میں حدیث بھی وارد ہوئی ہے:

پہلی دلیل: «إنما هي لذكر الله عز وجل والصلاة وقراءة القرآن»[1]

"مسجد تو ذکر اذکار، نماز قائم کرنے اور قرآن کی تلاوت کے لیے بنائی گئی ہے"۔

چنانچہ اصل یہ ہے کہ مسجد میں عبادت اور اس سے متعلقہ امور، مثلاً تلاوتِ قرآن وغیرہ، انجام دینا جائز ہوگا۔

حدیث کی شرح میں قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «وقوله: إنما بنيت المساجد لما بنيت له: يدل على أن الأصل ألا يُعمل في المسجد غير الصلوات، والأذكار،

---

(۱) صحیح مسلم:(163/1)۔

وقراءة القرآن؛ ولذلك قال صلى الله عليه وسلم: إذا رأيتم من يبيع في المسجد أو يبتاع فقولوا: لا أربح الله تجارتك»۔[۲]

نبی اکرم ﷺ کا فرمان: "مساجد ایک خاص مقصد کے تحت بنائی گئیں ہیں"،اس بات کی دلیل ہے کہ اصل یہی ہے کہ مسجد میں نماز، ذکر واذکار اور قراءت قرآن کے سوااور کوئی عمل انجام نہیں دیا جائے گا، چنانچہ اسی سبب سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم دیکھو کہ کوئی مسجد میں بیع وشراء کر رہا ہے تو اسے کہو: اللہ تمہاری تجارت میں برکت نہ ڈالے"۔

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ کے کلام میں اس کی صراحت موجود ہے کہ مسجد میں اصلاً نماز، ذکر واذکار، تلاوت قرآن ہی جائز ہے، نیز اس اصل کی صراحت بھی موجود ہے کہ ان کے علاوہ مسجد میں کوئی اور کام کرنا جائز نہیں ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے ممانعت کے اس حکم میں ہر اس چیز کو داخل کیا ہے جو تعمیر مسجد کے مقصد اصلی کے ضمن میں نہیں آتی ہے، فرماتے ہیں:

«ويدخل في هذا كل أمر لم يبن له المسجد من البيع والشراء ونحو ذلك من أمور معاملات الناس واقتضاء حقوقهم»[۳]۔

"اس حکم میں وہ تمام امور داخل ہیں جو تعمیر مسجد کے مقصد اصلی میں سے نہیں ہے، جیسے بیع وشراء اور اس جیسے دیگر امور جن کا تعلق لوگوں کے آپسی معاملات اور حقوق سے ہوتا ہے"۔

---

(۲) «المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم»(175/2)

(۳) «معالم السنن»(143/1)

دوسری حدیث: «من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل: لا ردها الله عليك، فإن المساجد لم تبن لهذا».[۴]

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جس نے کسی شخص کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا تو اسے یہ کہے: اللہ اسے تمہارے پاس نہ لوٹائے۔ کیوں کہ مساجد اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں"۔

اس حدیث کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے ابن العربی المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«ولذلك بَنَى عمر البطحاءَ خارج المسجدِ، وقال: منْ أرادَ أنّ يَلْغَطَ فَلْيَخْرُجْ إليها، فوَجبَ تنزيه المسجد عمّا لم يكن من أمورِ الله تعالى. وهذا مبنيٌ على قوله تعالى: {في بُيُوتٍ أَذِنَ الله أَنْ تُرْفَعَ} الآية»۔[۵]

اسی مقصد کی حفاظت کے پیش نظر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد سے باہر لوگوں کے بیٹھنے کی ایک جگہ بنائی اور فرمایا: جو شور وغل کرنا چاہتا ہے وہ اس باہر والی جگہ میں جا بیٹھے۔

لہذا مسجد کو ان چیزوں سے پاک رکھنا واجب ہے جو حکم الٰہی (تقرب الی اللہ) کے قبیل سے نہیں ہے۔ اس حکم کی بنا اللہ رب العالمین کے اس فرمان پر ہے: "ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو"۔[۶]

---

(۴) «صحیح مسلم» (82/2)

(۵) «المسالک في شرح موطأ مالک» (238/3)

(۶) سورۃ النور، آیت نمبر: (36)

ابن العربی المالکی رحمہ اللہ کے اس قول میں اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے ان تمام امور سے مسجد کو پاک رکھنے کو واجب کہا ہے جو تقرب الی اللہ کے امور نہیں ہیں، اور دنیوی علم اپنی اصل کے اعتبار سے تقرب الی اللہ کے امور میں سے نہیں ہے۔

مزید فرماتے ہیں: «فيه من الفقه: حرمة المسجدِ، وأنّه إنّما وُضِعَ للعبادة كما قدّمناه، فلا يجوز فيه غير هذا.»[٧]

"اس حدیث میں ایک اور فقہی نکتہ ہے اور وہ ہے مسجد کی حرمت کا خیال رکھنا نیز یہ بھی یاد رکھنا کہ مسجد عبادت کی خاطر بنائی گئی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، لہذا اس میں عبادت کے علاوہ امور انجام دینا جائز نہیں ہے"۔

دوسری اصل: مسجد میں صرف دنیاوی مقاصد کے حصول کی خاطر مجالس منعقد کرنا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَجْلِسُونَ فِي الْمَسَاجِدِ حِلَقًا حِلَقًا، إِمَامُهُمُ الدُّنْيَا، فَلَا تُجَالِسُوهُمْ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ لِلَّهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ»[٨]

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو مسجدوں میں الگ الگ حلقے بنا کر بیٹھیں گے، ان کا مقصد دنیوی ہو گا، ان کے ساتھ نہ بیٹھو، کیوں کہ اللہ رب العالمین کو ایسے لوگوں کی کوئی حاجت نہیں"۔

(٧) «المسالک في شرح موطأ مالک»(238/3)
(٨) «المعجم الکبیر للطبراني»(198/10)

تیسری اصل: مسجد میں خرید و فروخت اور ایسے کام انجام دینا درست نہیں جو کسب و تجارت کے باب سے ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے کئی علمانے مسجد میں اجرت لے کر قرآن پڑھانے یا لکھنے کی تعلیم دینے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ ابن مفلح رحمہ اللہ کا قول اسی مسئلے کی وضاحت کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عصری تعلیم کی اصل کیا ہے؟ کیا وہ عمل آخرت ہے یا عمل دنیا ہے؟

جواب یہی ہوگا کہ اصلا عصری تعلیم "عمل الدنیا" ہے، لہذا اس کا حکم اصلی یہ ہوگا کہ مسجد میں یہ عمل جائز نہیں ہے۔ مذاہب اربعہ میں بھی یہ مکروہ سمجھا گیا ہے کہ انسان دنیاوی کام مسجد میں انجام دے۔[۹]

یہ بھی واضح رہے کہ یہاں مکروہ حرام کے حکم میں ہے، جیسا کہ ابن مفلح رحمہ اللہ کا کلام آگے بیان کیا جائے گا۔

لہٰذا جب کوئی کام عملُ الدنیا ہو، عملُ الآخرۃ نہ ہو، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل کے اعتبار سے مسجد میں محض دنیاوی سرگرمیوں کے لیے مشغول ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا، اس مسئلے کی تفصیلات فقہی مذاہب کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی شخص مسجد میں دنیاوی علم کی کتاب پڑھنا ہو یا مراجعہ کرنا ہو تو کیا وہ مسجد میں بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا؟

---

(۹) (حاشیۃ ابن عابدین: ۶-۴۲۸، الذخیرۃ للقرافی: ۱۳-۳۴۵، الحاوی الکبیر للماوردی: ۳-۴۹۳، الارشاد الی سبیل الرشاد: ۴۵۵)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلے میں تفصیل ہے۔ اگر دنیاوی علم ایسا ہے جس میں شریعت کی کوئی مخالفت نہیں، تو اس کا حاصل کرنا جائز ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی شخص اس علم کو مسلمانوں اور اسلام کی خدمت کے لیے حاصل کر رہا ہو تو اسے اس نیک نیت کی وجہ سے اجر بھی مل سکتا ہے۔

اس کے برعکس، اگر کوئی علم یا اس کا کوئی پہلو شریعت کے خلاف ہو تو اس کا حکم الگ ہوگا۔ مثلاً طب کے بعض جدید مباحث میں ایسے نظریات یا شبہات پیش کیے جاتے ہیں جو شرعی عقائد سے متصادم ہو سکتے ہیں۔ بعض اوقات تعلیمی نصاب میں ایسے شبہات بھی اٹھائے جاتے ہیں جن سے کسی شخص کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

اسی طرح فلسفہ اور علمِ کلام سے متعلق بعض مباحث اور ان سے ماخوذ نظریات بھی شرعی عقائد سے متصادم ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی علم یا اس کا کوئی حصہ شرعی مخالفت پر مشتمل ہو تو اس سے اجتناب ضروری ہے، خواہ اسے مسجد میں پڑھا جائے یا مسجد سے باہر۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ کیا مسجد میں باقاعدہ ایک تعلیمی مرکز قائم کیا جا سکتا ہے، جس طرح مدارس قائم کیے جاتے ہیں؟

جب آپ فقہ کی کتابیں پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ فقہا نے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی فہم نہایت ضروری اور محل نزاع میں ایک طرح سے فیصلہ کن ہے۔ فقہانے بالاتفاق مسجد میں کسی دنیوی عمل کو دائمی طور پر یا اکثر و بیشتر کرنے سے منع کیا ہے اور اسے عربی کے اس لفظ سے بیان کیا ہے: اتخذ، یتخذ. جس کا معنی ہے "بنالینا"۔

چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «فلا يتخذ المسجدَ متجراً»[10] "مسجد کو تجارتی مقام نہیں بنایا جائے گا"۔

اور لفظ "اتخاذ" سے یہ نکتہ نکلتا ہے کہ کوئی بھی ایسا عمل انجام دینا جو "بنا لینے" کے معنی میں داخل ہو گا، اس کا کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

«لَا تَتَّخِذُوا الْمَسَاجِدَ طُرُقًا إِلَّا لِذِكْرٍ أَوْ صَلَاةٍ»[11]

مساجد کو راستہ نہ بنالو، الا یہ کہ ذکر الٰہی کے کاموں کی غرض سے ہو یا پھر نماز کے لیے جانا ہو۔

علامہ امیر الصنعانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

«(لا تتخذوا المساجد طرقًا) للحاجات بل لا يدخل (إلا لذكر أو صلاة) لأنها لذلك عمرت وقراءت العلم النافع داخلة تحت الذكر»۔[12]

"مساجد کو راستہ نہ بنالو" کا مطلب یہ ہے کہ اپنی حاجت کی غرض سے (مسجد کو آنے جانے کا راستہ نہ بناؤ)، بلکہ مسجد میں صرف ذکر واذکار اور نماز کی خاطر ہی داخل ہوا جاسکتا ہے، کیوں کہ مسجدیں اسی غرض سے بنائی گئی ہیں اور نفع بخش علم حاصل کرنا ذکر کے باب سے ہے۔

واضح ہو کہ نفع بخش علم سے مراد علم شرعی ہے، کیوں کہ ذکر الٰہی کے حکم میں صرف علم شرعی ہی داخل ہو سکتا ہے، دنیوی علم نہیں۔

---

(۱۰) «إكمال المعلم بفوائد مسلم» (503/2)

(۱۱)

(۱۲) «التنوير شرح الجامع الصغير» (82/11)

اسی "اتخاذ" کے معنی کے پیش نظر ہی حنفیہ نے بیع یسیر کو مسجد میں جائز قرار دیا ہے (جو کہ مرجوح ہے اور راجح یہی ہے کہ مسجد میں بیع یسیر بھی حرام ہے، جیسا کہ حدیث میں صراحت موجود ہے)، لیکن ان کے نزدیک بھی اس عمل پر دوام، یا استمرار برتا جائے یا پھر اکثر وبیشتر اوقات میں اس طرح کا عمل انجام دیا جائے تو حرام ٹھہرے گا۔ طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وكذلك أيضا ما نهي عنه من البيع في المسجد، هو البيع الذي يعمه، أو يغلب عليه حتى يكون كالسوق، فذلك مكروه، فأما ما سوى ذلك فلا.»(١٣)

"اسی طرح سے مسجد میں بیع کی ممانعت سے متعلق وارد حدیث سے مراد یہ ہے کہ مسجد میں کوئی شخص اس کثرت سے بیع کرے کہ وہ بازار کی مانند لگنے لگے، یہ مکروہ ہے، البتہ اس کے علاوہ بیع جائز ہے"۔

امام ابن مفلح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وَاتِّخَاذُهُ لِلصَّنْعَةِ، وَالتِّجَارَةِ كَالْحَانُوتِ مَكْرُوهٌ ذَلِكَ كُلُّهُ، وَالْفَاعِلُ لَهُ آثِمٌ لِنَهْيِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَنْهُ وَتَغْلِيظِهِ عَلَى فَاعِلِهِ انْتَهَى كَلَامُهُ.»(١٤)

''مساجد کو صنعت وحرفت اور تجارت کی جگہ بنانا، جس طرح دوکان وغیرہ ہوتی ہے، یہ سب مکروہ (حرام) ہے، ایسا کرنے والا گناہ گار ہے، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان اعمال سے منع کیا ہے اور ان کے مرتکبین کے بارے میں سخت وعید بیان کی ہے۔''

(١٣) «شرح معاني الآثار» (٩/ ٣٥٦)

(١٤) «الآداب الشرعية والمنح المرعية» (386/3)

نیز زیر بحث مسئلہ میں ایک دوسری علت کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر علمانے ذکر کیا ہے،اور وہ ہے رفع صوت۔یعنی مسجد میں رفع صوت(آواز بلند کرنا منع ہے)۔

«قال مالك: ولا ينبغى رفع الصوت في المسجد في العلم ولا في غيره، وكان الناس ينهون عن ذلك.»(١٥)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے، خواہ علمی مسائل میں کی جائے یادوسرے امور میں،لوگ(سلف)اس منع کیا کرتے تھے۔

غور فرمائیں: جب شرعی مسائل میں گفتگو کرتے ہوئے مساجد میں آواز بلند کرنے کو بعض اہل علم نے درست نہ سمجھاتو دنیوی امور میں رفع صوت کیسے جائز ہوگا؟

خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ نے اپنے عہد خلافت میں جب یہ دیکھا کہ لوگ مسجد میں بہت زیادہ باتیں کرنے لگے ہیں تومسجد کے باہر ایک جگہ بنادی جس کانام بطحاء رکھااور حکم دیا کہ جو کوئی زیادہ بات چیت کرنا چاہتاہے،یاشعر گوئی چاہتاہے، یابلند آواز سے گفتگو کرناچاہتاہے تواس جگہ پر چلا جائے۔مؤطاامام مالک کی روایت ہے:

«سالم بن عبد الله أن عمر بن الخطاب بنى إلى جنب المسجد رحبة، سماها البطيحاء، فكان يقول من أراد أن يلغط ، أو ينشد شعرا، أو يرفع صوته، فليخرج إلى هذه الرحبة.»(١٦)

---

(١٥)«النوادر والزيادات على ما في المدونة من غيرها من الأمهات» (١/ ٥٣٦)

(١٦)«موطأمالك-رواية أبي مصعب الزهري»(226/1)

کیا کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام یا تابعین عظام مسجد میں ایسی گفتگو کریں گے جو آداب مسجد کے منافی ہو؟ ہر گز نہیں۔ یقیناً وہ مباح اور جائز گفتگو ہی کرتے تھے، باوجود اس کے، عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تعظیم اور تعمیر مسجد کے مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے مسجد کے اندر مباح کام میں توسع کرنے سے منع فرمایا۔

مسجد کو NEET کا سینٹر بنانے میں رفع صوت کی علت بھی موجود ہے اور مسجد کو سینٹر بنا لینے کی علت بھی۔ نیز عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی اسی جانب اشارہ کرتا ہے کہ مسجد میں دنیوی اعمال کو کثرت کے ساتھ کرنا درست نہیں ہے۔

اب کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ دنیوی علم حاصل کرنے والوں کی نیت درست کروا کر انہیں مسجد میں بھیجیں گے، نیت یہ ہو گی کہ مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

جواب یہ ہے کہ اس علت کی بنا پر تمام دنیوی اعمال مسجد میں نہ صرف جائز بلکہ شرعاً مطلوب ٹھہریں گے۔ جیسے کوئی یہ کہے کہ میں مسجد میں تجارت کر کے اس کا منافع مسلمانوں کو صدقہ کر دوں گا۔ کوئی مسلمان خاتون مسجد کے ایک حصے میں غریب بچیوں کو مفت سلائی سکھانے کا اہتمام بھی اس نیت کو دلیل بنا کر کرے گی۔ وقس علی هذا.

ایک ویڈیو میں علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے قول کو اس مسئلے کی دلیل یا حوالے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ کے الفاظ اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

هذا هو العلم الشرعي المحمود الذي دلّت النصوص على مدح أهله وطلبه، فينبغي أن نجتهد في تحصيله غاية الاجتهاد.

وهذا لا يعني أنني أقلل من شأن العلوم الأخرى، فإن منها ما هو ضروري يتعلق بمصالح الناس وحاجاتهم وضروراتهم.

وقد قال بعض أهل العلم: إن تعلم الصنائع الضرورية فرض كفاية، إذا قام به من يكفي سقط عن الباقين، وإلا صار فرض عين على من يقدر عليه، لأن الناس لا بد لهم من قضاء حوائجهم، فإذا توقف ذلك على علوم معينة صارت هذه العلوم مطلوبة شرعًا.

وكذلك علم الحرب وفنون القتال الحديثة مما يحتاجه الناس، وهو داخل في قوله تعالى: «وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ».

فتعلم ما يعيننا على جهاد أعدائنا ويغنينا عنهم مطلوب بلا شك. لكن علم شريعة الله تعالى هو أعظم العلوم وأحمدها.

"یہی وہ قابلِ تعریف شرعی علم ہے جسے حاصل کرنے والوں کی تعریف نصوص میں وارد ہوئی ہے، اس لیے ہمیں اس کے حاصل کرنے میں نہایت جانفشانی سے کام لینا چاہیے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں دوسرے علوم کی اہمیت کم کر رہا ہوں، کیونکہ ان میں سے کچھ علوم ضروری ہیں جو لوگوں کے مفاد، ضروریات اور حاجات سے تعلق رکھتے ہیں۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ضروری صنعتوں کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ اسے ادا کر دیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے، ورنہ ہر اس شخص پر فرضِ عین بن جاتا ہے جو انہیں حاصل کرنے کی

طاقت رکھتا ہو۔ کیونکہ لوگوں کی ضروریات ہیں، جن کا پورا ہونا لازم ہے، اور اگر یہ کسی خاص علم پر موقوف ہو تو وہ علم شرعاً مطلوب بن جاتا ہے۔

اسی طرح جنگ اور جدید جنگی فنون کا علم بھی ان علوم میں سے ہے جن کی لوگوں کو ضرورت پڑتی ہے، اور یہ اس آیت میں داخل ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ﴾

پس جو علم ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں ہمیں مدد دے اور ہمیں ان سے بے نیاز کرے، وہ بلا شبہ مطلوب ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم تمام علوم میں سب سے عظیم اور سب سے زیادہ قابلِ تعریف ہے۔"

قارئین کرام! شیخ کے فتویٰ کو ایک دو بار نہیں، دس بار پڑھیں، پھر مجھے بتائیں کہ کیا اس میں مساجد میں عصری علوم کی تدریس کی بابت ایک نقطہ بھی موجود ہے؟

سبحان اللہ! جس مسئلہ میں اختلاف ہے اس کے لیے حوالے پیش کرنا واجب ہے، دوسرے مسائل کے نہیں۔ کیا کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "عصری علوم" حاصل کرنا حرام ہے؟ پھر فتاویٰ عصری علوم کے جواز یا نفع بخش ہونے کی بابت کیوں نقل کر رہے ہیں؟ نفس مسئلہ پر گفتگو کرنا اور اسی کے اثبات یا نفی میں دلائل پیش کرنا اہل علم کی خاص شان ہے۔

اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ مساجد میں عصری تعلیم کے جواز کی دلیل کے طور پر شیخ کا یہ فتویٰ پیش کرنا مناسب امر ہے؟

جہاں تک استاد محترم فضیلۃ الشیخ سلیمان الرحیلی حفظہ اللہ کے فتویٰ سے استدلال کا معاملہ ہے تو واضح ہو کہ میں نے بذات خود شیخ حفظہ اللہ سے اس مسئلے کی بابت سوال کیا اور شیخ کو ان کے پرانے فتوی کا حوالہ بھی دیا۔ شیخ حفظہ اللہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

"پہلی بات یہ کہ مجھے وہ فتویٰ یاد نہیں ہے اور نہ اس کی تفاصیل مجھے یاد آرہی ہیں، فتویٰ سوال سے مرتبط ہوتا ہے، کیوں کہ سوال کا مضمون جواب میں شامل ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہو کہ بعض لوگ اپنے بچوں کو حساب اور انجنیئرنگ کی کتابیں مسجد میں پڑھاتے ہیں، اور ہم نے اس کا جواب دیا ہو۔ یہ انفرادی عمل ہے اور اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اس مقصد کے خلاف ہو جس کے تحت مسجد بنائی جاتی ہے۔

لیکن عصری تعلیم سکھانے کے لیے مسجد میں سینٹر بنایا جائے، اور ممکن ہے کہ اس میں فیس بھی لی جائے تو یہ درحقیقت مسجد جس مقصد کی خاطر بنائی جاتی ہے اس کے مخالف امر ہے، مساجد اس کام کے لیے بنائی جاتی ہیں۔

میں نے پوچھا کہ شیخ محترم: وہ مستقل کوئی عمارت نہیں بنائیں گے، بلکہ مسجد کے اندر ہی کوئی کورس کروائیں گے یا تعلیمی مجالس منعقد کریں گے۔

شیخ حفظہ اللہ نے فرمایا: جواب وہی ہے جو میں نے تمہیں بتادیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مساجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں۔"

شیخ عبدالعزیز الریس حفظہ اللہ کا ایک فتویٰ بھی نقل کیا گیا تھا۔ وہ فتویٰ بھی شیخ نے انفرادی طور پر پڑھنے پڑھانے کے جواز پر دیا تھا۔ پھر جب شیخ حفظہ اللہ سے یہ سوال کیا گیا کہ دائمی طور پر مسجد میں دنیوی علوم کی تعلیم دینے کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

مسجد میں وہ تمام ایسے کام کرنا جس کے لیے مسجد نہیں بنائی گئی ہے، اس کا کم از کم حکم یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے، بالخصوص جب اسے دائمی طور سے کیا جائے۔ (۱۷)

آخری بات:

یقیناً عصری علوم وقت کی ضرورت اور مسلمانوں کے لیے نفع بخش علم ہے، بالخصوص جب نیت دین اسلام کی خدمت کی نیت ہو تب اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

اسی ضرورت اور فائدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہماری گزارش ہے کہ اہل خیر حضرات عصری علوم سکھانے کے لیے مرکز قائم کریں اور اس میں ''مصلی'' یا مسجد بھی بنائیں، تاکہ عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دعوت دین کا فریضہ بھی انجام دیا جاسکے۔

---

(۱۷) https://www.islamancient.com/%D8%A7%D9%84%D9%85%D8%AF%D8%A7%D9%88%D9%85%D8%A9-%D8%B9%D9%84%D9%89-%D8%AA%D8%B9%D9%84%D9%85-%D8%A7%D9%84%D8%B9%D9%84%D9%88%D9%85-%D8%A7%D9%84%D8%AF%D9%86%D9%8A%D9%88%D9%8A%D8%A9-%D9%81%D9%8A-%D8%A7/966504268668